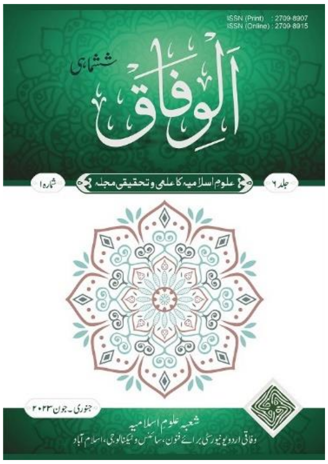

Al-Wifaq Research Journal of Islamic Studies
Volume 6, Issue 1 (January - June 2023)
eISSN: 2709-8915, pISSN: 2709-8907
Journal DOI: https://doi.org/10.55603/alwifaq
Issue Doi: https://doi.org/10.55603/alwifaq.v6i1
Home Page: https://alwifaqjournal.com/
Journal QR Code:

Article: مکالماتِ نبوی ﷺ اور دعوتی حکمتِ عملی: تحقیقی جائزہ

Conversations of the Prophet ﷺ and Da'wah Strategies: A Research Review

Indexing

Authors: [1] Muhammad Naveed
[2] Syed Noor ul Hassan Hashmi

Affiliations: [1] University of Gujrat, Gujrat.
[2] PMAS-Arid Agriculture University, Rawalpindi.

Published: 30 June 2023

Article DOI: https://doi.org/10.55603/alwifaq.v6i1.u1

QR Code

Citation: Muhammad Naveed, and Noor ul Hassan Hashmi, "مکالماتِ نبوی ﷺ اور دعوتی حکمتِ عملی: تحقیقی جائزہ Conversations of the Prophet ﷺ and Da'wah Strategies: A Research Review" *Al-Wifaq* 6, no. 1 (June 2023): 1–15, https://doi.org/10.55603/alwifaq.v6i1.u1.

Copyright Information: Conversations of the Prophet ﷺ and Da'wah Strategies: A Research Review © 2023 by Hafiz Muhammad Naveed and Dr Syed Noor ul Hassan Hashmi is licensed under CC BY 4.0

Publisher Information: Department of Islamic Studies, Federal Urdu University of Arts Science & Technology, Islamabad, Pakistan.

مکالماتِ نبوی ﷺ اور دعوتی حکمتِ عملی: تحقیقی جائزہ

Conversations of the Prophet ﷺ and Da'wah Strategies: A Research Review

حافظ محمد نوید

پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علومِ اسلامیہ، گجرات یونیورسٹی، گجرات

ڈاکٹر سید نور الحسن ہاشمی

لیکچرار، اسلامک اسٹڈیز، پیر مہر علی شاہ بارانی زرعی یونیورسٹی، راولپنڈی

ABSTRACT

It is a human habit to be distressed by seeing others in pain and distress. The effect of this habit is that despite being in a hurry, seeing someone dying, a person tries his best to save him. In a Da'i, this yearning is present to the fullest extent, which gives all the attraction to save other human beings from hell. Prophet Muhammad (PBUH) used to be more anxious to save people from the fire of Hell.

It is important to have some qualities in the Da'i that other people can be impressed by seeing. That's why It has been ordered to adopt the character of the Prophets and the Great Messengers, peace be upon them because the character of the Da'i, his qualities and his unique style have a profound effect on other people. People are more influenced by his dealings, morals, personality and style than the knowledge and preaching of the preacher and this influence compels them to follow the preacher. The more heavenly qualities/attributes will be found in the Da'i, the more effective his da'wah will be.

Like the previous Prophets, the Prophet (peace be upon him) adopted different methods for inviting to the religion. According to the circumstances, he used to adopt every method that would have the maximum effect on the people. At first, he kept the invitation a secret. Then, as soon as he (PBUH) received the order to announce the invitation, he (PBUH) started the series of announcements. In this regard, sometimes he would gather the people of Makkah on Mount Safa and call them to Islam, sometimes he would call the people who had come on Hajj to the religion of Islam and sometimes he would go out of Makkah and try to save the people of different tribes from the fire of hell.

In this regard, Prophet Muhammad (peace be upon him) had conversations with various people through which he invited non-Muslims to the religion of Islam. All these dialogues were not of the same style, but different invitation strategies were used in them.

Studying these dialogues is very important for the Da'i in present times. In the present paper, an attempt will be made to describe these methods.

KEYWORDS:

Prophet Muhammad ,Makkah, Muslims, Islam, Da'wah

دوسروں کو تکلیف اور پریشانی میں دیکھ کر بے چین ہونا انسانی عادت میں شامل ہے۔ اسی عادت کا ہی اثر ہے کہ بہت زیادہ جلدی میں ہونے کے باوجود بھی کسی کو مرتا دیکھ کر انسان اسے بچانے کے لیے پوری کوشش کرتا ہے۔ ایک کامیاب داعی میں یہی تڑپ بدرجہ اتم موجود ہوتی ہے کہ وہ دوسرے انسانوں کو جہنم سے بچانے کی پوری کوشش کرتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ انسانوں کو جہنم کی آگ سے بچانے کے لیے اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ بے چین رہتے تھے۔ داعی میں کچھ ایسی خوبیوں کا پایا جانا ضروری ہے جن کو دیکھ کر دوسرے لوگ متاثر ہو سکیں۔ انبیاء کرام اور رسلِ عظام علیہم السلام کو داعی بنا کر اِن کی سیرت و کردار کو اپنانے کا حکم اس لیے دیا کہ داعی کی شخصیت، اس کی خوبیاں اور اس کے انوکھے اسلوب کا دوسرے لوگوں پر بڑا گہرا اثر ہوتا ہے۔ داعی کے علم و تبلیغ کی نسبت لوگ اس کے لین دین، اخلاق، شخصیت اور اسلوب سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ یہی تاثر ان کو داعی کی پیروی کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ داعی میں جتنی زیادہ خوبیاں اور صفات پائی جائیں گی اس کی دعوت میں اسی قدر تاثیر زیادہ ہو گی۔ سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح نبی اکرم ﷺ نے دعوتِ دین کے لیے مختلف طریقے اختیار فرمائے۔ حالات کے پیشِ نظر آپ ﷺ ہر اُس طریقے کو اپناتے جس کا لوگوں پر زیادہ سے زیادہ اثر ہوتا۔ شروع میں آپ ﷺ نے دعوت کو خفیہ رکھا۔ پھر جیسے ہی آپ ﷺ کو اعلانیہ دعوت کا حکم ملا تو آپ ﷺ نے اعلانیہ دعوت کا سلسلہ شروع فرما دیا۔ اس ضمن میں کبھی کوہِ صفا پر اہلِ مکہ کو اکٹھا کر دعوتِ اسلام دیتے[۱]، کبھی حج پر آئے ہوئے لوگوں کو دینِ اسلام کی طرف بلاتے اور کبھی مکہ مکرمہ سے باہر نکل کر مختلف قبائل کے لوگوں کو جہنم کی آگ سے بچانے کی کوشش فرماتے[۲]۔ اس ضمن میں مختلف لوگوں سے نبی اکرم ﷺ نے ایسے مکالمات فرمائے جن کے ذریعے آپ ﷺ نے غیر مسلموں کو دینِ اسلام کی طرف دعوت دی۔ یہ سارے مکالمات ایک ہی طرز کے نہیں تھے بلکہ ان میں دعوتی حکمتِ عملی کے مختلف طریقے استعمال کیے گئے تھے۔ دورِ حاضر میں داعی کے لیے اُن مکالمات کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ زیرِ نظر مقالہ میں انہیں طریقوں کو بیان کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

مکالماتِ نبوی ﷺ اور دعوتی حکمتِ عملی

اعلانِ نبوت کے بعد نبی اکرم ﷺ تئیس سال حیات رہے۔ ان میں سے پہلے تیرہ مکہ مکرمہ میں جبکہ آخری دس سال

۱۔ أبو عبد الله محمد بن إسماعيل بخاري، صحيح البخاری (بيروت: دار طوق النجاة، ۱۴۲۲)، كتاب التفسير، باب سورة تبت يدا أبي لهب، حديث: ۴۹۷۱، ۶/ ۱۷۹.

۲۔ ابن سعد، محمد بن سعد بن منيع الزهري، الطبقات الكبرىٰ (قاهره: مكتبة الخانجي، ۲۰۰۱)، ۱/ ۲۱۱.

مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے اس حصے کے ابتدائی تیرہ صرف تبلیغ کے لیے ہی وقف تھے۔ سیرت نگاروں نے دعوت کے دور کو تین مراحل میں تقسیم کیا ہے۔ ایک خفیہ دعوت، دوسرا اعلانیہ دعوت اندرونِ مکہ اور تیسرا اعلانیہ دعوت بیرونِ مکہ۔ خفیہ دعوت ابتدائی تین سالوں پر محیط ہے۔ اس عرصہ میں آپ ﷺ نے پوشید طور پر صرف اپنے باعتماد اور قریبی لوگوں کو دینِ اسلام کی طرف بلایا۔ اس عرصہ میں چالیس کے قریب لوگ حلقۂ اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ اس کے بعد دعوت کا دوسرا مرحلہ شروع ہوا۔ یہ سلسلہ چوتھے سالِ نبوت سے لے کر دسویں سالِ نبوت کے آخر تک چلتا رہا۔ دسویں سالِ نبوت کے آخر سے لے کر ہجرت مدینہ تک تیسرا دور کہلاتا ہے۔[3] پورے مکی دور میں آپ ﷺ نے دینِ اسلام کی تبلیغ کے سلسلے میں مختلف غیر مسلموں سے مکالمات فرمائے، اُن میں سے کچھ نے تو اسلام قبول کر لیا جبکہ کچھ اپنے کفر پر ڈٹے رہے۔ ان مکالمات میں آپ ﷺ نے جو دعوتی حکمتِ عملیاں اختیار فرمائیں ذیل میں اُن کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

غیر مسلموں سے مکالمات کرتے وقت کبھی آپ ﷺ یہ طریقہ اختیار فرماتے کہ اسلام سے متعلق سوالات کے آسان الفاظ میں تسلی بخش جوابات عنایت فرما دیتے۔ یہ طریقۂ تکلم مخاطب پر اتنا اثر انداز ہوتا کہ وہ اسلام کی طرف مائل ہو جاتا۔ اس پسِ منظر میں آپ ﷺ نے جو مکالمات فرمائے اُن میں سے چند کا تذکرہ کرنا ضروری ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے ایک داعی علاقۂ نجد میں قبیلہ بنو سعد کے پاس دعوت کے لیے بھیجا۔ یہ قبیلہ بڑا معاملہ فہم تھا، انہوں نے اپنا ایک سنجیدہ اور دانا آدمی مدینہ منورہ بھیج کر تحقیق کرانا چاہی۔ اس سلسلہ میں انہوں نے ضمام بن ثعلبہ نجدی کو نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں بھیجا۔ ضمام کا گفتگو کرنے کا انداز اس قدر حیرت انگیز تھا کہ کوئی بھی سلیم الطبع آدمی اس کی گفتگو سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔[4] ضمام سفید رنگ اور لمبے بالوں والے تھے۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے اللہ تعالیٰ کی توحید، نبی اکرم ﷺ کی رسالت، زمین اور پہاڑوں کی پیدائش، نماز، زکوۃ، رمضان کے روزے اور بیت اللہ کے حج سے متعلق سوالات کیے۔ نبی اکرم ﷺ نے جس دلکش انداز میں جوابات عنایت فرمائے، اس انداز سے متاثر ہو کر نہ صرف اس نے اسلام قبول کر لیا بلکہ اپنی قوم کو اسے طریقے قائل کیا جس کے نتیجے میں اُس کا پورا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔ ضمام کا کلمۂ شہادت سن کر نبی اکرم ﷺ نے اس مقام پر ایک تاریخی جملہ ارشاد فرمایا کہ اگر ضمام سچ بول رہا ہے تو یہ ضرور جنت میں جائے گا۔[5] نبی اکرم ﷺ نے نینوا کے رہنے والے ایک نصرانی عداس سے بھی ایک مکالمہ فرمایا۔ یہ شیبہ بن ربیعہ کا غلام تھا۔

۳۔ صفي الرحمن المباركفوري، الرحيق المختوم (بيروت: دار الهلال، س ن)، ٦٥.

٤۔ أبو الفضل أحمد بن علي ابن حجر العسقلاني، الإصابة في تمييز الصحابة (بيروت: دار الكتب العلمية، ١٤١٥)، ٣/٣٨٥.

٥۔ أبو عبد الله محمد بن يزيد بن ماجة القزويني، سنن ابن ماجه، تحقيق: شعيب الأرنووط (بيروت: دار الرسالة العالمية، ٢٠٠٩)، كتاب اقامة الصلوة والسنة، باب ما جاء في فرض الصلوة الخمس والمحافظة عليها، حديث ١٤٠٢، ٢/٤٠٩.

عداس کے ساتھ مکالمے کا پسِ منظر اس طرح ہے کہ جناب ابو طالب اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آپ ﷺ نے دعوتِ دین کے ارادہ سے طائف کا رخ فرمایا، وہاں کے لوگوں نے آپ ﷺ کی دعوت کا کوئی اچھا جواب نہ دیا بلکہ اُلٹا چند اوباش قسم کے لڑکوں کو آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیا جنہوں نے آپ ﷺ کو پتھر مار کر لہولہان کر دیا۔ مکہ مکرمہ کے ایک سردار ربیعہ کا ایک باغ طائف میں تھا، اس باغ میں اس کے دونوں بیٹے موجود تھے انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو اس حالت میں دیکھا تو اپنے غلام عداس کے ہاتھ انگوروں کے چند خوشے بھیجے۔ نبی اکرم ﷺ نے بسم اللہ پڑھ تناول فرمانا شروع کیے تو عداس کو اس طریقہ بڑا تعجب ہوا، اس نے عرض کیا کہ مجھے اس کی حقیقت واضح فرمائیں۔ نبی اکرم ﷺ کے دریافت فرمانے پر اس نے اپنا علاقہ نینوا کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے حضرت یونس علیہ السلام کا تذکرہ فرمایا تو عداس کے پوچھنے پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یونس نبی میرے بھائی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔ یہ سن کر عداس نے نبی اکرم ﷺ کے جسم اطہر پر بوسے دیئے اور پھر واپس باغ میں چلا گیا۔ وہ نبی اکرم ﷺ کے اندازِ گفتگو سے اس حد تک متاثر ہوا کہ اس نے اسلام قبول کر لیا۔ جنگِ بدر کے موقع پر حضرت عداس رضی اللہ عنہ مکہ سے باہر "ثنية البيضاء" نامی ٹیلے پر بیٹھے تھے کہ وہاں سے شیبہ اور عتبہ کا گزر ہوا۔ اُن کو دیکھ کر عداس رضی اللہ عنہ کہنے لگے وہ ہستی حقیقت میں رسول ہیں، آپ لوگ اگر جنگ میں جائیں گے تو گویا اپنے آپ کو مقتل میں لے جائیں گے۔ شیبہ اور عتبہ نے اس کی بات پر کوئی توجہ نہ دی۔ آخر کار یہ دونوں قتل ہو کر بدر کے کنویں میں ڈال دیئے گئے اور حضرت عداس رضی اللہ عنہ اسی جنگ میں جامِ شہادت نوش فرما گئے۔[٦]

درج بالا اسلامی تعلیمات سے واضح ہوتا ہے کہ دینِ اسلام کے داعی کے لیے کچھ صفات کا پایا جانا نہایت ہی ضروری ہے۔ ایک یہ کہ اس کے پاس وافر علم موجود ہو جس کی روشنی میں مخاطبین کے سوالات کے تسلی بخش جوابات دے سکے۔ دوسری یہ کہ دینِ اسلام سے متعلق کیے جانے والے ہر سوال کو غور سے سن کر آسان اور واضح الفاظ میں جواب دے تاکہ سننے والوں کی کسی قسم کی الجھن باقی نہ رہے۔ کوشش کرے کہ گفتگو ٹھہر ٹھہر کر کرے کیونکہ نبی اکرم ﷺ اسی انداز سے گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ اس حوالے سے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

"أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُحَدِّثُ حَدِيثًا لَوْ عَدَّهُ الْعَادُّ لَأَحْصَاهُ."[٧]

"نبی اکرم ﷺ اس انداز سے گفتگو فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص اسے شمار کرنا چاہتا تو شمار کر سکتا تھا۔"

اسی پسِ منظر میں ایک اور روایت حضرت عائشہؓ سے روایت کی گئی ہے۔ اُن کا فرمان ہے:

٦۔ ابن حجر العسقلاني، الإصابة في تمييز الصحابة، ۴/ ۳۸۵.

٧۔ أبو الحسين مسلم بن الحجاج القشيري النيسابوري، صحيح مسلم (بيروت: دار إحياء التراث العربي، ۱۹۵۵)، كتاب الزهد والرقائق، باب التثبت في الحديث وحكم كتابة العلم، ۴/ ۲۲۹۸.

"مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْرُدُ سَرْدَكُمْ هَذَا وَلَكِنَّهُ كَانَ يَتَكَلَّمُ بِكَلَامٍ بَيْنَهُ فَصْلٌ يَحْفَظُهُ مَنْ جَلَسَ إِلَيْهِ۔"[۸]

"نبی اکرم ﷺ آپ لوگوں کی مانند جلدی جلدی گفتگو نہیں فرمایا کرتے تھے بلکہ آپ ﷺ کلام میں ایسا ٹھہراؤ ہوتا تھا کہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں بیٹھا ہوا آدمی اسے آسانی سے یاد کر لیتا تھا۔"

اگر سننے والوں کو کلام سمجھنے میں دشواری پیدا ہو رہی ہو تو اس حالت میں دعوت دینے والے کے لیے لازمی ہے کہ اپنے وہ اپنے کلام کو دو یا تین دفعہ دہرائے۔ کیونکہ یہ حضور ﷺ کی سنت مبارکہ ہے۔ جناب انس بن مالکؓ فرماتے ہیں:

"كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعِيدُ الْكَلِمَةَ ثَلَاثًا لِتُعْقَلَ عَنْهُ۔"[۹]

"نبی اکرم ﷺ اپنے کلام کو تین دفعہ دہراتے تھے تاکہ وہ کلام اچھی طرح سمجھ لیا جائے۔"

۲۔ غیر مسلموں کو دعوت دیتے وقت نبی اکرم ﷺ ہمیشہ صبر اور برداشت سے کام لیتے تھے۔ اسلام کی دعوت دیتے وقت آپ ﷺ کے راستے میں روزانہ کسی جدید مصیبت کو کھڑا کرنے کی کوشش کی جاتی، لیکن اس کے باوجود حضور ﷺ نے اس کام کو جاری رکھا اور کبھی بھی غیر مسلموں کے لیے اپنی زبان مبارکہ بددعا نہیں نکالی۔

اس پسِ منظر میں آپ ﷺ نے غیر مسلموں سے جو مکالمات فرمائے، اُن میں سے بعض کا ذکر کیا جا رہا ہے:

مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ نے جب اعلانیہ دعوت کا سلسلہ شروع کیا تو غیر مسلموں نے آپ ﷺ کے راستوں میں کانٹے بچھانا شروع کر دیئے۔ دینِ اسلام کی دعوت سے باز رکھنے کے لیے انہوں نے ہر طرح کی کوشش کی لی۔ اُن کی کوشش تھی کہ نہ صرف مکہ مکرمہ کے رہنے والے آپ ﷺ سے ملاقات نہ کر پائیں بلکہ حج کے موسم میں وارد ہونے والے لوگ بھی آپ ﷺ کی زیارت نہ کر پائیں۔ اہلِ مکہ سے ناامیدی اور مایوسی کے ظہور کے بعد آپ ﷺ نے اس ارادے سے اہلِ طائف کو دعوت دینے کا ارادہ فرمایا کہ ممکن ہے کہ وہ اسلام کی طرف آنے کا ارادہ ظاہر کریں۔ اس پسِ منظر میں آپ ﷺ حضرت زید بن حارثہؓ کے ساتھ کچھ دن طائف میں رہائش پذیر رہے۔ وہاں آپ ﷺ نے نہ صرف ہر عام و خاص کو اسلام کی دعوت پیش فرمائی بلکہ وہاں کے معززین میں سے ہر ایک کے گھر تشریف لے جا کر دینِ اسلام کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اُن میں سے ہر ایک نے اس دعوت کو نہ صرف جھٹلا دیا بلکہ وہ آپ ﷺ سے ساتھ نہایت ہی برے رویے سے پیش آئے۔ اس بات کا اندازہ عبد یا لیل اور اس کے دونوں بھائیوں کے جواب سے لگایا جا سکتا ہے۔ طائف میں سب سے پہلے آپ ﷺ نے اِن تینوں کو اسلام کی طرف مائل کرنے کی کوشش فرمائی لیکن اِن تینوں کے

۸۔ أبو عیسی محمد بن عیسی الترمذي، سنن الترمذي، تحقیق: بشار عواد معروف (بیروت: دار الغرب الإسلامي، ۱۹۹۶)، ابواب المناقب عن رسول اللہ ﷺ، باب فی کلام النبی ﷺ، حدیث: ۳۲۳۹، ۶/ ۲۹.

۹۔ الترمذي، سنن الترمذي، ابواب المناقب عن رسول اللہ ﷺ، باب فی کلام النبی ﷺ، حدیث: ۳۲۴۰، ۶/ ۲۹.

جوابات مختلف تھے۔ عبد یالیل بن عمرو کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو منصبِ رسالت عطا کر کے غلافِ کعبہ اپنے ہاتھ سے ریزہ ریزہ کر دیا ہے۔ عبد یالیل کے دوسرے بھائی مسعود کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ کو آپ کے علاوہ کوئی ایسا بندہ نہیں ملا جسے وہ مقامِ نبوت پر فائز کرتا۔ تیسرا بھائی حبیب بن عمرو کا جواب ان دونوں کے جواب سے بھی زیادہ ہتک آمیز تھا کہ اگر آپ کو حقیقت میں منصبِ نبوت و رسالت پر فائز کیا گیا تو آپ کے خلاف زبان درازی کرنا بے ادبی کے زمرے میں آتا ہے لیکن اگر آپ اللہ تعالیٰ پر یہ بہتان باندھ رہے ہیں کہ اُس نے آپ کو مقام رسالت و نبوت ایسا عظیم رتبہ عطا کر کے بھیجا ہے تو اس صورت میں آپ کے ساتھ کلام کرنا ہی بے کار ہے، لہٰذا آپ یہاں سے تشریف لے جائیں۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں فرمایا کہ آپ لوگوں نے جو کہنا تھا کہہ لیا، اب اس کو دوسروں تک پہنچانے سے باز رہنا۔ لیکن یہ لوگ باز آنے والے نہیں تھے، انہوں پورے علاقے میں اس بات کو پھیلا دیا اور شرارتی اور اوباش قسم کے لڑکوں کے آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیا، وہ آپ ﷺ کا مذاق اڑاتے، آپ ﷺ کے پیچھے بھاگتے اور آپ ﷺ کو پتھر مارتے، جن کی وجہ سے آپ ﷺ کا جسم اقدس لہولہان ہو گیا۔[10] یہاں سے واپسی پر آپ ربیعہ کے باغ میں تشریف لے گئے جہاں اُن کے نصرانی غلام عداس نے آپ ﷺ سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا۔ طائف سے مکہ کے راستے میں وادی نخلہ میں رات کے وقت جنوں کا واقعہ پیش آیا۔[11]

مکہ مکرمہ میں رہتے ہوئے وہاں کے سرداروں کے ساتھ بھی آپ ﷺ کا ایک مکالمہ ہوا اس میں اُن کی طرف سے جو رویّہ اپنایا گیا وہ نہایت ہتک آمیز تھا لیکن نبی اکرم ﷺ نے نہ صرف تحمل و بردباری سے کام لیتے ہوئے اسے برداشت کیا بلکہ پُرسکون طریقے سے مسلسل اُن کے سوالوں کے جواب بھی عطا فرماتے رہے۔ سردارانِ مکہ کے اس اجتماع میں درج ذیل لوگ شریک تھے:

۱۔ عتبہ بن ربیعہ ۲۔ ابوالبختری ۳۔ ابوجہل ۴۔ زمعہ بن اسود بن عبد المطلب

۵۔ ولید بن مغیرہ ۶۔ نبیہ ۷۔ منیہ ۸۔ ابی بن خلف

۹۔ عاص بن وائل ۱۰۔ نضر بن حارث ۱۱۔ ابوسفیان بن حرب ۱۲۔ عبد اللہ بن ابوامیہ

۱۳۔ امیہ بن خلف

نبی اکرم ﷺ اپنے گھر میں تشریف فرما تھے، قاصد نے آپ ﷺ پیغام دیا کہ سردارانِ قریش آپ کو بلا رہے ہیں۔ آپ ﷺ اس غرض سے باہر تشریف لائے کہ شاید یہ لوگ دینِ اسلام قبول کر لیں۔ یہ سارے لوگ کعبۃ اللہ کی دیوار

۱۰۔ أبو محمد جمال الدين عبد الملك ابن هشام، السيرة النبوية، تحقيق: مصطفى السقا، إبراهيم الأبياري اور عبد الحفيظ الشلبي (مصر: مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي، ۱۹۵۵)، ۱/۴۱۹-۴۲۰۔

۱۱۔ عبد العزيز بن محمد بن إبراهيم ابن جماعة الكناني، المختصر الكبير في سيرة الرسول صلى الله عليه وسلم، تحقيق: سامي مكي العاني (عمان: دار البشير، ۱۹۹۳)، ۴۰۔

کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ بھی وہاں تشریف لے گئے۔ کفار کی طرف سے عبد اللہ بن ابو امیہ نے مکالمہ کا آغاز کیا۔ عبد اللہ کہنے لگا کہ اے محمد! اللہ تعالیٰ کی قسم آپ نے پورے ملک میں فتنہ و فساد برپا کر دیا ہے۔ چند کاموں کی وجہ سے ہمارا آرام و سکون خراب ہو گیا ہے:

۱۔ آپ ہمارے بڑوں کو بُرا کہتے ہیں۔

۲۔ ہمارے دین میں عیب نکالتے ہیں۔

۳۔ ہمارے عقل مند اور دانا لوگوں کو بلا تأمل پاگل اور مجنوں کہتے ہیں۔

۴۔ ہمارے معبودوں کو بُرا کہتے ہیں۔

۵۔ آپ نے ہمیں دو گروہوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔

اگر آپ مال و دولت کے حصول کے لیے یہ سعی کر رہے ہیں تو ہم آپ کے لیے اتنا مال جمع کر دیتے ہیں کہ آپ مال دار ہو جائیں گے، اگر آپ ملک کا سربراہ بننا پسند کرتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا حکمران بنا لیتے ہیں، اگر آپ عزت چاہتے ہیں تو ہم آپ کو معزز بنا دیتے ہیں، اگر یہ کسی بیماری کی وجہ سے ہے تو ہم اس کا علاج کر دیتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے مال و دولت کی لالچ ہے نہ حکمرانی کی اور نہ کسی بیماری نے مجھ پر حملہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے مجھے منصبِ رسالت و نبوت پر فائز کر کے بھیجا ہے اور مجھے کتاب عطا فرمائی ہے اور لوگوں کی رہنمائی کرنے کا حکم عطا کیا ہے، اگر آپ لوگ میری بات مان لیں گے تو دنیا اور آخرت میں کامیابی سے سرفراز ہو جائیں گے اور اگر انکار کریں گے تو مجھے اور آپ دونوں کو وقت کا انتظار کرنا ہو گا۔ عبد اللہ بن ابو امیہ کہنے لگا کہ اگر آپ رسول ہیں تو ہماری ایک مصیبت کو دور کر دیں کہ ہمارے شہر کے ارد گرد ایسے پہاڑ ہیں جو سبزے سے خالی ہیں اور اس شہر کے ارد گرد نہ کوئی سرسبز جنگل ہے اور نہ پانی کے چشمے جن سے ہمارے مویشی چارہ کھا سکیں اور پانی پی سکیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کے قریب ہیں تو یہ بات ماننے میں اللہ تعالیٰ کو کوئی مشکل نہیں ہو کہ:

۱۔ مکہ مکرمہ کی چاروں اطراف سے پہاڑ ختم کر دیئے جائیں۔

۲۔ اِن پہاڑوں کی جگہ سرسبز و شاداب سبزے والی زمین پیدا ہو جائے۔

۳۔ جس طرح ملک شام اور عراق میں پانی کے چشمے ہیں اسی طرح یہاں بھی پانی کے چشمے نکل آئیں۔

۴۔ ہمارے جتنے بھی بڑے اس دنیا سے چلے گئے ہیں وہ دوبارہ زندہ ہو جائیں۔ انہی میں سے قصی بن کلاب بھی ہے جو نہایت ہی عقل مند آدمی ہے۔ اگر یہ لوگ زندہ ہو جاتے ہیں تو ہم اِن سے آپ کی رسالت سے متعلق پوچھیں گے اگر اِن لوگوں نے تسلیم کر لیا تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کے جواب میں وہی جملے دہرائے جو آپ ﷺ نے اس کے پہلے سوال کے جواب میں ارشاد فرمائے تھے۔ عبد اللہ بن ابو امیہ کہنے لگا کہ اگر آپ یہ نہیں کر سکتے تو اپنے رب سے دعا کریں کہ وہ آپ کے ساتھ ایک فرشتے کی ڈیوٹی لگا جو آپ کی باتوں کی تصدیق کرتا رہے۔ اس طرح ہم

آسانی سے آپ کی تصدیق کرلیں گے۔ اپنے رب سے اپنے لیے ہرے بھرے باغات، اونچے اونچے محل اور سونے وچاندی کی اینٹیں مانگ لیں تاکہ آپ کو اس طرح محنت نہ کرنا پڑے جس طرح ہم کر رہے ہیں، اس طریقے سے آپ خوشحال زندگی گزار سکیں گے۔ اس صورت میں ہم آپ کی رسالت کی تصدیق کرلیں گے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کے جواب دوبارہ وہی جملے دہرائے جو آپ ﷺ نے پہلے سوال کے جواب میں ارشاد فرمائے تھے۔ عبد اللہ بن ابو امیہ کہنے لگا کہ آپ اپنے رب سے کہیں کہ وہ ہم پر آسمان گرا کر دے۔ جب تک آپ ایسا نہیں کریں گے تب تک ہم اسلام قبول نہیں کریں گے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے چاہے تو تمہارے ساتھ ایسا کردے۔"[۱۲]

درج بالا دونوں مکالمات میں نبی اکرم ﷺ غیر مسلموں کے سخت ترین جملوں پر جس صبر سے کام لیا، دورِ حاضر داعی کے لیے بھی آپ ﷺ کے اس کی روش کو اپنانے کی ضرورت ہے۔ اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ صبر وبرداشت کو اسلام میں ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ قرآن کریم کے متعدد مقامات پر صبر کرنے اور اس پر مختلف انعامات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ صبر کرنے والوں کا دوگنا اجر بیان کرتے ہوئے ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

"أُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ"[۱۳]

"یہ وہی لوگ ہیں جنہیں دو دفعہ اجر عطا کیا جائے گا کیونکہ انہوں نے صبر کیا، وہ بھلائی کے ساتھ برائی کو مٹاتے ہیں اور ہم نے انہیں جو رزق دیا اس سے خرچ کرتے ہیں۔"

قرآن کریم کے دوسرے مقام پر صبر کرنے والوں کا بے حساب اجر بیان کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے:

"قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ"[۱۴]

"اے حبیب! کہہ دیں کہ اے میرے ایمان والے بندو اپنے رب سے ڈرتے رہو، ان کے لیے اس دنیا میں اچھائی ہے اور اللہ کی زمین بہت وسیع ہے، ایسے لوگوں کو بغیر حساب کے اجر دیا جائے گا جو صبر کرتے ہیں۔"

نبی اکرم ﷺ نے مختلف احادیث میں صبر کی اہمیت کو اجاگر فرمایا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ، وَإِنَّ اللَّهَ إِذَا أَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَا،

۱۲۔ ابن هشام، السيرة النبوية، ۱/۲۹۷.

۱۳۔ القرآن، سورۃ القصص، ۲۸:۵۴

۱۴۔ القرآن، سورۃ الزمر، ۳۹:۱۰

وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السَّخَطُ۔"[15]

"بے شک اجر بڑی آزمائش کے ساتھ ہی ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو آزمائش میں ڈال دیتا ہے جو اسے پسند ہوتی ہے، جو راضی ہو جاتا ہے تو اللہ بھی اس سے راضی ہو جاتا ہے اور جو ناراض ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی ناراضگی ہوتی ہے۔"

اس پسِ منظر سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام کی تبلیغ کرنے والے داعی کو اس شعبے میں قدم رکھنے سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ غیر مسلموں کو دعوت دیتے وقت اُنہیں کسی بھی صورت کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ ایسا بھی ممکن ہے سامعین و مخاطبین داعی کی باتیں توجہ سے سنیں اور تمیز کے دائرے میں رہ اس سے گفتگو کریں لیکن ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ دینِ اسلام کی دعوت کے سلسلے میں اسے ایسی قوم سے واسطہ پڑ جائے جو اس کے ساتھ سخت سے سخت رویّہ اپنائے اور اس کے ساتھ بد تمیزی پر اتر آئے۔ ایسے حالات میں صبر سے کام لیتے ہوئے اپنے کام کو جاری رکھنا چاہیے۔

۳۔ غیر مسلموں کو دعوت دیتے وقت کبھی مخاطب سے ایسا سوال پوچھ لیتے، عالم ہونے کے باوجود جواب نہ دے پاتا۔ اس طرح مخاطب پر نہ صرف رعب طاری ہو جاتا بلکہ متاثر ہو کر اسلام کی طرف مائل بھی ہو جاتا۔ کتبِ حدیث و سیرت میں اس کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ اُن میں سے ایک کا تذکرہ کیا جا رہا ہے کہ عدی بن حاتم اپنا واقعہ خود بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب مدینہ پہنچے تو ارد گرد کے علاقوں سے لوگ جوق در جوق آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضری دے کر اسلام قبول کرنے لگے لیکن میں اور میرے گھر والے حاضر نہیں ہوئے۔ مجھے اپنے دین پر پورا یقین تھا لیکن مسلمانوں کی فتوحات نے میرے دل میں ڈر پیدا کر دیا تھا۔ میں اپنے متعلق اُن کے یہ الفاظ بھی سن رکھے تھے کہ ایک دن عدی کا ہاتھ ضرور میرے ہاتھ میں ہو گا۔ اِن حالات میں اپنے غلام سے کہا کہ سامان باندھ کر رکھو اور گھوڑوں کو تیار رکھو، جب بھی اسلامی لشکر کی آمد کی خبر سنو تو مجھے فوراً آگاہ کر دو۔ ایک صبح غلام فوراً حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ حضور اسلامی لشکر ہماری آبادی کے بالکل قریب پہنچ گیا ہے اور ہمارے گھوڑے بالکل تیار کھڑے ہیں۔ میں سارے گھر والوں کو تیار کر کے ملک شام کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس ملک میں میرے ہم دین عیسائی آباد تھے لہذا وہاں پر جوشیہ نامی ایک بستی میں پڑاؤ تو کر لیا لیکن گھر سے نکلتے وقت میری بہن ہم سے جدا ہو گئی جو اسلامی لشکر کے ہاتھوں گرفتار ہو کر قیدی بن گئی۔ شام کے اس گاؤں میں ہم مستقل آباد ہو گئے۔ ابھی کچھ دن ہی گزرے تھے کہ ایک اونٹنی پر ایک پردہ نشین خاتون سوار ہو کر ہمارے گھر کے قریب آ کر رک گئی۔ اس اونٹنی کو دیکھ کر میرے دل میں خیال آیا کہ ممکن ہے کہ اس پر میری بہن سوار ہو لیکن پھر میں نے سوچا کہ وہ تو اسلامی لشکر کے ہاتھوں گرفتار ہو گئی تھی اور دوسری بات یہ ہے کہ ایسے شاہانہ انداز میں میری بہن کیسی آ سکتی ہے۔ لیکن جیسے پردہ اٹھا فوراً میرے کان میں یہ الفاظ گونجے کہ اے ظالم اور رشتہ داری کو ختم کرنے والے حاتم کی بیٹی کو وہاں چھوڑ آئے

۱۵۔ الترمذي، سنن الترمذي، کتاب الزہد، باب ماجاء فی الصبر علی البلاء، حدیث: ۲۳۹۶، ۴ / ۲۰۲۔

تھے اور اپنے بچوں کو اپنے ساتھ رکھا ہوا ہے۔ میں نے دھیمے لہجے میں کہا کہ بہن غصہ نہ کریں مجھ سے غلطی ہو گئی۔ بہن گھر آ کر کچھ دیر آرام کرنے کے بعد جب بیدار ہوئی تو میں نے پوچھا کہ اس آدمی کی کچھ تفصیل بتائیں۔ بہن کہنے لگی کہ تم اُن کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ اگر حقیقت میں وہ منصبِ نبوت پر فائز ہیں تو یہ تمہارے لیے سب سے زیادہ خوش قسمتی ہے اور وہ صرف بادشاہ ہیں تو تمہاری حاضری کی وجہ سے تمہیں عزت ملے گی اور تمہیں کسی عہدے پر فائز کر دیا جائے گا۔ بہن کے منہ سے اس طرح کے کلمات سن کر میں مدینہ منورہ پہنچ گیا۔ مسجد نبوی میں جا کر میں اپنے طریقے سے سلام عرض کیا۔ حضور ﷺ کے پوچھنے پر عرض کیا کہ عدی بن حاتم ہوں۔ آپ ﷺ میرا ہاتھ اپنے دستِ مبارک لے کر اپنے دولت کدے کی طرف لے گئے، وہاں پر چمڑے کا ایک بچھونا میرے لیے بچھایا گیا، میرے اصرار کے باوجود مجھے اُس پر بٹھایا گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ اے عدی! تم ایسے دین سے چھپتے پھر رہے ہو جس میں سلامتی ہی سلامتی ہے۔ عرض کیا: میرے مذہب میں بھی تو حفاظت کی ضمانت موجود ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے دین کو میں تم سے زیادہ جانتا ہوں اور کیا تم اپنے قبیلے کے سردار ہو؟ عرض کیا: میں اپنی قوم کا سربراہ ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے ماتحتوں سے پیداوار کا چوتھا حصہ وصول کرتے ہو؟ عرض کیا: جی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا عیسائیت میں پیداوار کا چوتھا حصہ وصول کرنا جائز ہے۔ میں بالکل چپ ہو گیا کیونکہ عیسائی دین میں ایسا کرنا بالکل بھی جائز نہیں تھا۔ میرے ذہن میں یہ خیالات پیدا ہونا شروع ہو گئے کہ یہ بادشاہ نہیں ہوسکتے البتہ نبی ضرور ہوسکتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اتنے پیچیدہ مسائل کے بارے میں نہ صرف سوال کر رہے ہیں بلکہ اُن کا جواب بھی عنایت فرمارہے ہیں۔ حضور ﷺ فرمانے لگے کہ اے عدی تمہارا یہ خیال ہے کہ مسلمانوں ایسے ہی ہمیشہ کمزور رہیں گے اور اِن کے دشمن ہمیشہ طاقت ور رہیں گے، تم دیکھو گے کہ مسلمان ایران کے کسریٰ کی حکومت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے، بابل کا سفید محل بھی مسلمانوں کے قبضے میں آجائے گا اور ایسا وقت آئے گا کہ ایک پردہ نشین خاتون قادسیہ سے اکیلی بیت اللہ شریف زیارت کر کے واپس خیر وعافیت سے پہنچے گی اور کوئی آدمی اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا۔ حضرت عدی فرماتے ہیں مسلمانوں کی جس فوج نے ایرانی فوج کو شکست دی اس میں میں بھی شامل تھا اور اس جنگ سے مسلمانوں کو بہت سارا مالِ غنیمت حاصل ہوا، بابل کا سفید محل مسلمانوں کے قبضہ میں آتے بھی دیکھا اور ایک پردہ نشین خاتون کو بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ قادسیہ سے اکیلی حج کر کے واپس اپنے گھر پہنچ گئی۔ حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا اور جب تک زندہ رہے اسلام کی ترویج و اشاعت میں سرگرم رہے۔[۱۶]

دینِ اسلام میں تعلیم و تعلم کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ سب سے پہلے نازل ہونے والی وحی میں تعلیم و تعلم کی اہمیت کو بڑے واضح انداز میں اجاگر کیا گیا ہے۔ اعلانِ نبوت کے وقت جزیرۂ عرب میں

۱۶۔ ابن حجر العسقلاني، الإصابة في تمييز الصحابة، ۴/ ۱۷۴۔

چند افراد ہی پڑھنا اور لکھنا جانتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے اُن کی اس انداز سے تعلیم و تربیت کی کہ بہت جلد نہ صرف اُن کے حالات میں تبدیلی آگئی بلکہ وہ تہذیبی اقدار سے بھی بہرہ ور ہوگئے۔ صحابہؓ تعلیم و تعلم کے ساتھ جڑتے گئے اور کتاب و سنت کی افہام و تفہیم کی بھرپور سعی کرنے لگے۔ مسجد نبوی میں صفہ نامی جگہ کو اس کام کے لیے مختص کر دیا گیا۔ مدینہ منورہ کی دیگر مساجد کا یہی عالَم تھا۔ یہ حضرات علومِ دینیہ کے حصول کے بعد مختلف مقامات پر باقی لوگوں کو زیورِ علم سے آراستہ کرنے لگے۔ کچھ ہی سالوں میں ایسا انقلاب آیا کہ دنیا میں مسلمانوں کے علوم کو ہی علوم سمجھا جانے لگا اور انہی کی تہذیب کو تہذیب سمجھا جانے لگا۔ یہ سارا فیضان اسی تعلیم و تربیت کا تھا جو حضور ﷺ نے صحابہؓ کو سکھلائی اور صحابہؓ نے وہی فیضان باقی لوگوں تک پہنچایا۔ دورِ حاضر میں ضرورت اس امر کی ہے کہ دینِ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کرنے والے خوش نصیب افراد کو چاہیے کہ پہلے وہ وافر مقدار میں علم سیکھیں، پھر تبلیغ کا سلسلہ شروع کریں۔ کیونکہ ایسا ممکن ہے کہ سامعین اُن کی تحقیق سے متاثر ہو کر دینِ اسلام کی طرف مائل ہو جائیں۔

۴۔ اسلام میں احسان اور بھلائی کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ قرآن کریم کے مختلف مقامات پر اس کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ احسان سے متعلق ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے:

"وَاَحۡسِنۡ كَمَاۤ اَحۡسَنَ اللّٰهُ اِلَيۡكَ"[۱۷]

"اور اس طرح احسان کر جیسے اللہ تعالیٰ نے تیرے پہ کیا ہے۔"

نبی اکرم ﷺ نے اپنے اقوال و افعال دونوں کے ذریعے احسان کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ جناب شداد بن اوسؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ۔"[۱۸]

"اللہ نے ہر چیز پر بھلائی لازم کی ہے۔"

اسلام کے اسی اصول کے تحت غیر مسلموں کے ساتھ ہونے والے مکالمات میں آپ ﷺ نے احسان اور حسنِ سلوب سے کام لیا۔ اسی حکمت کے نتیجے میں مخاطب اسلام کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ کتب سیرت و تاریخ اس طرح کے کئی واقعات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اُن میں ایک واقعہ ثمامہ بن اثال حنفی کا ہے۔ اس کا پسِ منظر کچھ اس طرح ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو داعی بنا کر بحرین کے سردار منذر بن سادی کے پاس بھیجا۔ واپسی پر ثمامہ بن اثال حنفی نے انہیں گرفتار کر لیا۔ کچھ گفت و شنید کے بعد انہیں رہا بھی کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ کو جب اس واقعہ کا

۱۷۔ القرآن، سورۃ القصص، ۲۸:۷۷

۱۸۔ أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب النسائي، السنن الكبرى-النسائي، تحقیق: شعيب الأرناؤوط (بیروت: مؤسسة الرسالة، ۲۰۰۱)، کتاب الضحایا، باب الامر باحداد الشفرۃ، حدیث: ۴۴۷۹، ۴/۳۵۲۔

علم تو ہوا آپ ﷺ نے ثمامہ کے چچا عامر کے لیے دعائے خیر فرمائی اور ثمامہ کے قید ہونے کی دعا فرمائی۔ اسی دعا کا اثر تھا کہ اِن کے چچا عامر تو مسلمان ہو گئے لیکن ثمامہ بن اثال مسلم سپاہیوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ صحابہؓ میں سے کوئی بھی انہیں پہچان نہیں سکا، لہٰذا انہیں مسجد کے ستون کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں مسجد میں بندھے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ یہ تو ثمامہ بن اثال ہیں، لہٰذا انہیں کھول دیا جائے اور ان کے لیے کھانے کا اہتمام کیا جائے۔ آپ ﷺ نے انہیں فرمایا کہ آج آپ مجھ سے کیسی امید رکھتے ہیں۔ ثمامہ کہنے لگے کہ آپ سے اچھے سلوک کی امید کرتا ہوں۔ اگر آپ فدیہ لے کر رہا کرنا چاہتے ہیں تو میری طرف سے فدیہ ادا کر دیا جائے گا اور مجھے قتل کرنے کا ارادہ ہے تو آپ کی مرضی ہے اور اگر آپ مجھے ایسے ہی رہا کر دیں تو یہ آپ کا رحم اور کرم ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اِن کی نگرانی کے لیے صحابہؓ کو مامور فرمادیا۔ دوسرے دن پھر حضور ﷺ کی بارگاہ میں ثمامہ بن اثال کو پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے پھر وہی سوال دہرایا اور ثمامہ نے بھی وہی جواب دہرایا۔ نبی اکرم ﷺ دوبارہ وہاں سے تشریف لے گئے۔ تیسرے دن پھر حضور ﷺ کی بارگاہ میں ثمامہ کو حاضر کیا گیا۔ تیسری دفعہ بھی اسی سوال و جواب کو دہرایا گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے ثمامہ کو بغیر فدیہ کے رہا فرمادیا۔ ثمامہ نے مسجد سے باہر جا کر غسل کر کے جسم اور لباس دونوں کو پاک کیا اور دوبارہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضری دی اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ ثمامہ قسم اٹھا کر بولے کہ تھوڑی دیر پہلے آپ کا چہرۂ انور میرے نزدیک سب سے زیادہ بدصورت تھا اور اسلام سب سے زیادہ برا دین تھا لیکن اب آپ کا چہرہ ہی سب سے زیادہ محبوب اور آپ کا دین ہی سب سے زیادہ عزیز ہے۔ پکڑے جانے سے پہلے میں نے عمرہ کا پختہ ارادہ کیا تھا، اب میرے لیے کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے عمرہ کرنے کا حکم دیا۔ مکہ پہنچ کر جب لوگوں کا سامنا ہوا تو لوگوں نے پوچھا کہ دین کیوں بدل لیا ہے؟ جواب دیا کہ میں نے تو اسلام قبول کیا ہے۔ حضرت ثمامہ نے کہا جب تک حضور ﷺ نے اجازت نہ دی تب تک یمامہ سے تمہارے لیے گندم کا ایک دانہ بھی نہیں جائے گا۔[۱۹]

داعی میں پائی جانے والی خوبیوں میں سے ایک خوبی دوسروں پر احسان کرنا بھی ہے۔ یہ ایک ایسی خوبی ہے جو غیروں کو بھی اپنا بنا دیتی ہے۔ اگر مخاطبین داعی سے زیادہ عمر کے ہیں تو ان کے ساتھ احسان اس طرح بھی کیا جا سکتا ہے کہ اُن کی عزت کرے اور ادب کے دائرے میں رہ کر گفتگو کرے اور اگر مخاطب داعی سے کم عمر ہو تو اس کے ساتھ گفتگو بھی ادب کے دائرے میں رہ کرے۔ ہر بندے کو اسلام کی طرف ایسے طریقے سے بلائے کہ وہ اسلام سے قریب تر ہو جائے۔ کیونکہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

"اُدۡعُ اِلٰى سَبِيۡلِ رَبِّكَ بِالۡحِكۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ وَجَادِلۡهُمۡ بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ۔"[۲۰]

۱۹۔ مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب ربط الاسیر وحبسہ وجواز المن علیہ، حدیث: ۱۷۶۴، ۱۳۸۶/۳۔

۲۰۔ القرآن، سورۃ النحل، ۱۲۵:۱۶

"اپنے معبود کے راستے کی طرف حکمت اور نصیحتِ حسنہ کے ساتھ دعوت دیں اور اُن کے ساتھ ایسے طریقے سے بحث کریں جو سب سے اچھا ہو۔"

نبی اکرم ﷺ، خلفائے راشدین اور دیگر اسلامی حکمران اسی قرآنی اصول پر عمل پیرا ہوتے رہے۔ اسی اصول کا ہی اثر تھا کہ اِن تمام ادوار میں کسی بھی غیر مسلم کو اسلام قبول کرنے کے لیے مجبور نہیں کیا جاتا تھا بلکہ لوگ خود اسلامی تعلیمات سے متاثر ہو کر دائرۂ اسلام میں داخل ہوتے رہے۔

خلاصۂ بحث

اسلام کی ترویج و اشاعت کے سلسلے میں دعوت و تبلیغ ایک ایسا پہلو ہے کہ جو عملی اور اخلاقی کشش کے بغیر اثر انداز نہیں ہوتا۔ خوش بیانی اور خوش الحانی کی نسبت خوش عملی اور خوش اخلاق کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔ اگر داعی تحمل مزاجی، شیریں بیانی اور خوش اخلاقی ایسی صفات کا متحمل ہو تو بد ترین مخالف بھی اس کی طرف مائل ہونا شروع ہو جائے گا۔ حضور ﷺ کے اسی طریقہ کار نے غیر مسلموں کو جوق در جوق اسلام کی طرف کھینچا۔ اسلام سے متعلق کسی غیر مسلم کے ساتھ مکالمہ وقت بھی حضور ﷺ اِن ساری صفات کا مظاہرہ فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ چونکہ دانا اور حکیم تھے، اس لیے مقتضیٔ حال کے تقاضے کے مطابق غیر مسلموں کے ساتھ مکالمات میں مختلف حکمتِ عملی اپنایا کرتے تھے۔ اس ضمن میں احسان اور حسنِ سلوک کرنے، صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنے، علمی گفتگو کرنے اور سوالات کے تسلی بخش جوابات دینے ایسی حکمت عملیوں سے متاثر ہو کر لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ اس پسِ منظر میں یہ کہنا بالکل درست ہے کہ دورِ رسالت میں دائرۂ اسلام میں داخل کرنے کے لیے کسی بھی غیر مسلم کو جبر و تشدد کا نشانہ نہیں بنایا گیا۔ ضرورت اِس امر کی ہے کہ دورِ حاضر کے داعیانِ اسلام اپنی ذات میں نہ صرف تحمل مزاجی، شیریں بیانی، خوش اخلاقی اور خوش عملی ایسی صفات پیدا کریں بلکہ اپنے آپ کو زیورِ علم سے بھی آراستہ کریں۔ تا کہ اُن کی پُرکشش شخصیت کو دیکھ لوگ اُن کی طرف کھینچے چلے آئیں۔

نتائج بحث

درج بالا موضوعِ تحقیق سے حاصل ہونے والے نتائج درج ذیل ہیں:

۱۔ نبی اکرم ﷺ نے غیر مسلموں کے ساتھ جو مکالمات فرمائے ہیں، اُن میں آپ ﷺ مخاطبین کا لحاظ کرتے ہوئے جو حکمتِ عملی اختیار فرمایا کرتے تھے اُن میں سے ایک حکمتِ عملی یہ ہے کہ مخاطبین کے سوالوں کے آسان الفاظ میں تسلی بخش جوابات عطا فرمادیتے۔ جس طرح آپ ﷺ نے ضمام بن ثعلبہ نجدی کے ساتھ مکالمہ فرمایا۔

۲۔ دعوتِ اسلام کے سلسلے میں آپ ﷺ پر غیر مسلموں نے مصیبتوں اور مشکلوں کے پہاڑ توڑ دیے لیکن اِن حالات میں کبھی بھی آپ ﷺ نے صبر و تحمل کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ اس ضمن میں کئی دفعہ مکالمات میں غیر مسلم آپ ﷺ کے ساتھ بد تمیزی بھی کر جاتے لیکن آپ ﷺ پھر بھی اپنے رویّے میں درشتی نہیں لاتے تھے۔ کعبۃ اللہ کی

دیوار کے سائے میں سردارانِ مکہ کے ساتھ ہونے والا مکالمہ اس کی مثال ہے۔

۳۔ دعوتِ اسلام کے سلسلے میں کبھی آپ ﷺ مخاطب کے ساتھ ایسی علمی گفتگو فرماتے کہ وہ آپ ﷺ کی تحقیق سے متأثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا۔ عدی بن حاتم کے ساتھ ہونے والا مکالمہ اس عمدہ مثال ہے۔

۴۔ دینِ اسلام کی دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں کبھی آپ ﷺ مخاطب پر احسان فرماتے، جس سے متأثر ہو کر وہ اسلام قبول کرلیتا۔ ثمامہ بن اثال حنفی کے ساتھ ہونے والا مکالمہ اس کی بہترین مثال ہے۔

مصادر و مراجع

القرآن مجید

ابن جماعة الكناني، عبد العزيز بن محمد بن إبراهيم. المختصر الكبير في سيرة الرسول صلى الله عليه وسلم . تحقيق: سامي مكي العاني. عمان: دار البشير، ۱۹۹۳.

ابن حجر العسقلاني، أبو الفضل أحمد بن علي. الإصابة في تمييز الصحابة. بيروت: دار الكتب العلمية، ۱۴۱۵.

ابن ماجه، أبو عبد الله محمد بن يزيد بن ماجة القزويني. سنن ابن ماجه . تحقيق: شعيب الأرنؤوط. بيروت: دار الرسالة العالمية، ۲۰۰۹.

ابن هشام، أبو محمد جمال الدين عبد الملك. السيرة النبوية . تحقيق: مصطفى السقا، إبراهيم الأبياري، اور عبد الحفيظ الشلبي. مصر: مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي، ۱۹۵۵.

الترمذي، أبو عيسى محمد بن عيسى. سنن الترمذي. تحقيق: بشار عواد معروف. بيروت: دار الغرب الإسلامي، ۱۹۹۶.

المباركفوري، صفي الرحمن. الرحيق المختوم. بيروت: دار الهلال، س ن.

النسائي، أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب. السنن الكبرى-النسائي. تحقيق: شعيب الأرناؤوط. بيروت: مؤسسة الرسالة، ۲۰۰۱.

النيسابوري، أبو الحسين مسلم بن الحجاج القشيري. صحيح مسلم. بيروت: دار إحياء التراث العربي، ۱۹۵۵.

بخاري، أبو عبد الله محمد بن إسماعيل. صحيح البخاري. بيروت: دار طوق النجاة، ۱۴۲۲.

ابن سعد، محمد بن سعد بن منيع الزهري. الطبقات الكبرىٰ. قاهرة: مكتبة الخانجي، ۲۰۰۱.